

چوتھا خط

## طلاق کا فرائی مفہوم

سلام! یہ دیکھ کر خوشی ہوئی ہے کہ تم نے نظری مباحثت سے ہٹ کر اب عملی سائل کے متعلق پوچھنا شروع کیا ہے، لیکن اس سے بچھے حیرت ہوئی کہ تم نے غزل کو مقطع سے شروع کر دیا۔ تمہیں پہلے نکاح کے متعلق پوچھنا چاہیے تھا، پھر ازدواجی زندگی کے فرائض و حقوق کی بابت اور سب سے آخر طلاق کے متعلق۔ لیکن خیر! تم یوں بہتر سمجھتے ہو تو یوں ہی ہی۔ تم نے جن لغور دایات اور شرمناک رسومات کا ذکر کیا ہے وہ صرف رسوم درداج ہی نہیں بلکہ یہ مُسْنَ کر تمہیں تعجب ہو گا کہ انہیں شریعت کے احکام کہہ کر منوا یا جاتا ہے۔ دیر کی بات ہے۔ میں چھٹیوں میں گاؤں گیا ہوا تھا، چند اتیلی نے غصہ میں اگر اپنی بیوی سے "تین طلاق" کہہ دیا۔ تم اس کی بیوی کو جانتے ہو۔ بڑی نیک سخت، دودھ پوت، آل اولاد والی سر کے بال تک سفید ہوئے تھے۔ چند اخود بھی بڑا جلا ماس آدمی تھا۔ بات گاؤں بھر میں پھیل گئی۔ غصہ اُتر اور چند اسخت محبوب و پشیمان تھا۔ اس کے جوان لڑکے لاکیاں، ہمیں سب گھر میں تھیں۔ موتوی چراغ دین (الْحَمْرَادَل) کے ہال فتوئے کے لئے لے گئے۔ انہوں نے کہہ دیا کہ طلاق باس ہو گئی۔ اب حلالہ ضروری ہے۔ پوچھا کہ میاں جی حلالہ کیا ہوتا ہے؟ انہوں نے کہا کہ چند اکی بیوی کو کسی دوسرے آدمی سے نکاح کرنا ہو گا۔ اس شرط کے ساتھ کہ ایک شب کی ہجستری کے بعد وہ اسے طلاق دے دے گا۔ اس کے بعد چند اپھر اپنی بیوی سے نکاح کر سکتا ہے۔ چند اکے گھر میں اس سے کہرا میج گیا۔ اس کے بیٹوں کی آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ دہ اپنی ماں کی اس بے عزتی کے تصور سے اس درجہ مشتعل ہوئے کہ انہوں نے فیصلہ کر لیا کہ چند اکو مارڈالیں گے۔ چند ایسچارہ الگ شرم سے مُنڈ چھپائے پھر رہا تھا۔ سب سے بُرا حال اس کی بیوی کا تھا۔ اس نے یہاں تک کہہ دیا کہ غصہ میں اگر قصوہ

تو چندانے کیا اور اس بڑھاپے میں تھی سیری خراب کی جا رہی ہے۔ یہ خدا کا حکم کیسا ہے؟ سلیم! یہ بات واقعی کسی کی سمجھ میں نہیں آرہی تھی کہ خدا کا یہ حکم کیسا ہے؟ لیکن چونکہ مولوی چراغ دین نے کہہ دیا تھا کہ یہی خدا و رسول کا حکم ہے اس لئے کس کی مجال تھی کہ اس سے انکار کرتا اور مولوی چراغ دین بھی سچا تھا۔ اسے پڑھایا، ہی یہی گیا تھا۔ وہ بچارا کیا کرتا۔

سلیم! قرآن کے اعجاز پر غور کرو۔ جہاں اس میں اسب سے پہلے، طلاق کے احکام بیان ہوئے ہیں وہاں یہ مذکور ابھی موجود ہے کہ

وَ لَا تَتَنَخُّلْ وَ اِيَّاتٍ اِنَّ اللَّهُ هُنْ وَّا (۳۴)

دیکھنا، احکام خداوندی کا مذاق نہ اڑانا۔

سوچو کر، ہمارے ہاں کس طرح احکام خداوندی کا مذاق اڑایا جا رہا ہے؟ قرآن میں سلیم اجیسا کہ تمہیں معلوم ہے، بہت سخوٹے احکام ایسے ہیں جن کی جزئیات بھی دے دی گئی ہیں۔ باقی سب احکام بطور اصول ذکور ہیں۔ جن احکام کی جزئیات بھی قرآن بھی نے متعین کر دی ہیں، وہ بیشتر عالی زندگی سے متعلق ہیں۔ اس سے تم اندازہ لگاؤ کہ عالی زندگی انسانی نظام حیات میں کس قدر اہمیت رکھتی ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ عالی زندگی، چھوٹے پیمانے پر مملکتی نظام کا عکس ہے۔ لگھر کیا ہے؟ ایک چھوٹی سی ریاست جس میں بزرگ خاندان بمنزلہ حاکم اعلیٰ کے ہے۔ اس میں مجلس مشادرت بھی ہے اور مجلس عمل بھی۔ ذمہ داریاں بھی ہیں اور حقوق بھی۔ تادیب و ترتیب بھی ہے اور نظم و ضبط بھی۔ یہ ریاست میاں بیوی کی باہمی رفاقت سے چلتی ہے جس کے لئے ان کا ہم آہنگ اور مستحد المخالف ہونا لاینگ فک ہے۔ اگر ان میں وحدتِ خیال اور اشتراکِ عمل نہیں تو اس ریاست میں فاد برپا ہو جاتے گا اور اس کے مضر عواقب ملت کی اجتماعی زندگی تک اثر انداز ہوں گے۔ لہذا انکا ح نام ہے انہیں شتر کہ ذمہ داریوں کے سنبھالنے کے لئے باہمی معاہدہ کا جس کی بُسیاں تراضی مابین پڑھے۔ لیکن اگر حالات ایسے پیدا ہو جائیں کہ میاں بیوی میں بعض وجوہات کے باعث ہم آہنگ خیال و عمل نہ رہے اور اس عدم اشتراک و توافق کی وجہ سے عالی زندگی کا نظام درہم برہم ہو رہا ہو تو قرآن نے اس معاہدہ کے فتح کر دینے کی بھی اجازت دی ہے۔ اسے طلاق کہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ قرآن نے جس معاہدہ کی توثیق پر اتنا زور دیا ہے اور اس کے ایفار کی ابتدا ر قدر اہمیت بتائی ہے وہ اس کی تفسیخ کو دیکھوں کا کھیل نہیں بنائے گا۔ اس لئے اس نے ایسی شرائط و حدود متعین کی ہیں کہ جب تک انہیں پورا نہ کیا جائے یہ معاہدہ فتح

نہیں ہو سکتا۔ قرآن نے ان شرائط و قیود کو بالتفصیل بیان کیا ہے۔ ان تفاصیل پر غور کرنے سے سلیم یہ حقیقت اُبھر کر سامنے آ جاتی ہے کہ قرآن کا مقصود یہ ہے کہ کوئی ایسی صورت نکل آئے جس سے سفر زندگی کی رفاقت کا یہ معاملہ ٹوٹنے نہ پائے۔ وہ انسانی طبائع کی کمزوریوں کو نظر انداز نہیں کرتا۔ وہ جانتا ہے کہ انسان بعض اوقات شدتِ جذبات سے مغلوب ہو کر ایسا فیصلہ کر دیتے ہے جس پر بعد میں خود ہی متاسف دپشیمان ہوتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کا وہ غلط فیصلہ ناطق نہ قرار پا جائے۔ قرآن نے اس کی گنجائش رکھی ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی قرآن اس توثیق و تفسیر معاہدہ کو بازیکھے اطفال بھی بنا ناہیں چاہتا کہ انسان عمر بھر یہی کھیل کھیلتا رہے۔ ان بہادیات کو سامنے رکھوا اور پھر سلیم! قرآن کی حدود و شرائط پر غور کرو۔ بات واضح ہو جائے گی کہ قرآن کی رو سے طلاق کس طرح عمل ہیں آتی ہے۔

لیکن وہ آنی احکام تک پہنچنے سے پہلے اس تمہید کو اچھی طرح سے سمجھو لو کہ اسلام خدا اور بندے کے درمیان پر ایمورٹ تعلق کا نام نہیں۔ وہ ایک ضابطہ زندگی ہے جس پر اجتماعی نظام کی شکل میں عمل کیا جاتا ہے۔ نکاح کے معاملہ میں اس نے شرط یہ عائد کی ہے کہ فریقین بالغ اور عاقل ہوں اور وہ برضاء رغبت ازدواج تعلقات دا بستہ کرنا چاہیں۔ یعنی نہ لڑکے پر کسی قسم کا جبر ہو اور نہ لڑکی پر۔ اس طرح یہ فریقین جو باہمی معاہدہ کریں اسے نکاح کہتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کے معاہدہ کے لئے کسی ثالث کی ضرورت نہیں پڑتی۔ لیکن اگر اس معاہدہ کو مسوخ کرنا ہو تو اس وقت ثالث یا حکم کی ضرورت ہو گی تاکہ وہ فریقین (اور ان کے پیشوں کے حقوق کے تحفظ کا خیال رکھے۔ لہذا، قرآن نے طلاق کے لئے یہ قاعدہ مقرر کیا ہے کہ وہ الفرادی طور پر نہیں دی جاسکتی۔ اس کا فیصلہ نظام معاشرہ (عدالت) کی رو سے ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اس نے معاشرہ سے کہا کہ ۰ انْ خَفْتُمُ إِشْقَاقَ بَيْتِنَاهُمَا (۲/۳۵) اگر تم میاں بیوی میں باہمی اختلاف، جھگڑے یا مخالفت وحدادت کا خدشہ محسوس کرو، تو فَإِنْ بَعْثُوا حَكَمًا مِنْ أَهْلِهِ ۰ حَكَمًا مِنْ أَهْلِهِ تو تمہیں چاہیئے کہ ایک ثالث شوہر کے کنبے سے مفترز کرو اور ایک بیوی کے کنبے سے۔ ان پیشید آصلًا حَمَّا يُوْرِقِ إِلَهٌ بَيْتِنَاهُمَا اگر یہ ہنچ (دل سے) کوشش کریں گے کہ میاں بیوی میں صلح صفائی کر دیں، تو ایک میاں بیوی میں موافقت کے سامن پیدا کر دے گا۔ لیکن اگر یہ ثالث اس نتیجہ پر پہنچیں کہ پانی سر سے گزرجا کا ہے اور حالات اس درجہ کشیدگی اختیار کر چکے ہیں کہ میاں بیوی کی باہمی موافقت ناممکن ہے، تو اس کے بعد عدالت علیحدگی کا فیصلہ کر دے گی۔ اسے طلاق کہتے ہیں۔

یہاں تک تم نے دیکھ لیا سلیم اک طلاق تک پہنچنے کے لئے کن کن مراحل سے گزرنا پڑتا ہے۔ یہ شرائط طلاق کے مبادیات میں سے ہیں اور طلاق ہونہیں سکتی جب تک پہلے ان شرائط کو پورا نہ کیا جائے۔ یعنی ثالثوں کی رپورٹ کے بعد عدالت فیصلہ کرے گی کہ باہمی موافقت کی صورت نکل سکتی ہے یا طلاق کے سوا کوئی چارہ نہیں نہیں رہا۔ اگر فیصلہ یہ ہو کہ طلاق ناگزیر ہے تو اس کی صورت حسب ذیل ہو گی:-

پہلی بات یہ ہے کہ عدالت کو طلاق کا حکم کب دینا چاہیے یا فیصلہ کس وقت لفاذ پذیر ہو گا۔ اس کے متعلق سورہ طلاق میں ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِيْ إِذَا طَلَقْتُمُ النِّسَاءَ فَطَرِّقُوهُنَّ رَعِدَ تِهْنَ (۱۵)

اسے بھی اجب تم عورتوں کو طلاق دو تو انہیں عدت کی مدت پوری کرنے کے لئے طلاق

دو۔

یہاں سے ظاہر ہے کہ طلاق ایسے وقت میں دینی چاہیئے جہاں سے عدت کا شمار ہو سکے (عدت کے کہتے ہیں اس کا ذکر آگے چل کر آتا ہے)۔ عدت کس قدر ہے اس کے متعلق فرمایا۔

۱. وَ الْمُطَلَّقَتُ يَتَرَبَّصُنَ بِالْفُسِيْهِنَ ثَلَاثَةَ قُرْدُعَ (۲/۲۲۸)

اور مطلقة عورتیں اپنے آپ کو تین حیض تک انتظار میں رکھیں۔

۲. وَ الَّتِيْ يَدْسُنَ مِنَ الْمُحْيِيْنِ مِنْ تَسَاءِلُكُمْ رَأَيْنَ ارْتَبَتُمْ فِيْنَ  
ثَلَاثَةَ أَشْهُرٍ وَ الَّتِيْ لَمْ يَحْضُنَ (۴۵/۳)

اور تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے نا امید ہو چکی ہوں اگر تمہیں شک ہے تو ان کی عدت تین بیسنے ہے اور ان کی بھی جنہیں حیض نہ آ سکا ہو۔

۳. وَ اُذْلَاتُ الْأَخْتَالِ اُجَلُّهُنَّ أَنْ يَضَعُنَ حَمَدَهُنَ (۴۵/۴)

اور حاملہ عورتوں کی عدت وضع حملہ تک ہے۔

یہ (گذشتہ صفحے کا فٹ نوٹ) یہ خط ۱۹۴۲ء میں لکھا گیا تھا۔ اس کے بعد ۱۹۶۷ء میں حکومت پاکستان کی طرف سے عالیٰ قوانین نافذ ہوئے جن میں علاوہ دیگر اصلاحات، طلاق کے متعلق بھی مصالحتی کو نسل کی شق رکھی گئی ہے۔ ہمارے علماء حضرت لئے ان قوانین کی مخالفت کی اور یہ سلسلہ اب تک جاری ہے۔ (اپریل ۱۹۸۰ء)

## یعنی عدت۔ ۱

- (۱) ان عورتوں کے لئے جنہیں حیض آتا ہو، تمیں حیض کا زمانہ۔
- (۲) جنہیں حیض نہ آ سکتا ہو (بوجہ کبر سی یا بیماری) تمیں ماہ اور
- (۳) حاملہ کے لئے وضع حمل تک کا زمانہ۔

جس عورت کو "ہاتھ رکانے سے قبل" طلاق دے دی جائے اس کی کوئی عدت نہیں (۳۲/۳۹۱)۔ صورتِ اول میں ظاہر ہے کہ چونکہ عدت کا زمانہ ماہواری آیام کے شمار سے ہو گا، اس لئے عدت کی ابتداء حیض کے بعد سے ہو گی۔ اگر عدت حیض سے پہلے یا دورانِ حیض شروع ہو گئی (اور اگر وہ حیض لگتی میں لے لیا) تو تمیں حیض کا زمانہ، تمیں ماہ سے کم رہ جائے گا (اور اگر وہ حیض نہ شمار کیا تو) آیام عدت میں چار حیض ہو جائیں گے۔ اس لئے اس کی صحیح صورت یہ ہے کہ عدت کا شمار حیض کے فوری بعد سے شروع ہو۔ لہذا، حاضرہ کی صورت میں طلاقِ حیض کے بعد، حالتِ طہر ہیں ہو گی۔ اس میں علاوہ دیگر مصالح کے ایک مصلحت یہ بھی ہے کہ اگر اس باہمی منافشت کے دورانِ حمل قرار پا گیا ہے تو اس کا علم ہو جائے گا اور ہو سکتا ہے کہ یہ واقعہ طبائع میں تبدیلی پیدا کرنے کا موجب بن جائے اور طلاق کا فیصلہ ٹال دیا جائے اور اس کے بعد بچتہ ہونے کی صورت میں ایک نئی ازدواجی زندگی کی خوشگواری تعلقات میں موافق پیدا کر دے۔ دیکھو سلیم اف شرآن نے کس طرح چلتے چلتے بھی ایک ممکن الواقع تبدیلی سے اصلاحی فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ہے۔ اس لئے کہ اس کا مقصد اتصال ہے، انقطاع نہیں۔ ملاپ ہے، تفرقی نہیں۔

لہذا، حاضرہ کی صورت میں طلاق کا وقت، بعدِ حیض بحالتِ طہر ہے۔ البتہ دوسری صورتوں میں یہ شرط نہیں عامد کی جاسکتی۔

جب ان تمام مبادیات کے پورا کرنے کے بعد عدالت کا فیصلہ نافذ ہو جائے تو اسے طلاق کہا جائیگا۔ اس کے بعد نکاح ختم ہو گیا۔ میاں بیوی عقد کی بندشوں سے آزاد ہو گئے (طلاق کے معنی بھی بندشوں سے آزاد ہو جانے کے ہیں)۔ رحمی، بدعتی، بائیں وغیرہ طلاق کی قسمیں سب ہماری ایجاد کردہ ہیں۔ قرآن میں طلاق کی ایک ہی قسم ہے، جس طرح نکاح کی ایک ہی قسم ہے، معاہدہ یا قائم رہتا ہے یا فسخ ہو جاتا ہے۔ ان کے میں میں کوئی اور شکل نہیں ہوتی۔ اب اس عورت کے ساتھ اس سر دکان کا نکاح باقی نہیں رہا۔

اب کیا ہو گا؟ اب عدت کا زمانہ شروع ہو گیا۔ تم پوچھو گے کہ عدت کیا ہوئی ہے؟ عدت اس مدت

کو کہتے ہیں جس میں یہ مطلقة عورت کسی دوسرے مرد سے نکاح نہیں کر سکتی۔ لیکن یہی (سابقہ) میاں بیوی اگرچا ہیں تو اس دوران میں باہمی نکاح کر سکتے ہیں۔ یہ بالکل اسی قسم کا نکاح ہو گا جیسا عام عالات میں نکاح ہوتا ہے۔ ان ہی شرائط و قیود کے ساتھ جو قرآن نے نکاح کے لئے مقرر ہیں (ان کی تفصیل سلیم اس وقت بتاؤں گا جب تم اپنی غزل کو مطلع سے شروع کرو گے) تم نے دیکھا سلیم! قرآن انسانی لکزوریوں کی کس قدر رعایت رکھتا ہے۔ یہ عدت کا وقفہ کیا عجیب مہلت کا وقفہ ہے جس میں ایک دوسرے اگ ہو کر منفارقت کی زندگی کے تجربات سامنے آ جاتے ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ یہی تجربات انہیں وابستگی تعلقاً پر پھر آمادہ کر دیں اور ان کا ٹوٹا ہوا رشتہ پھر سے جڑ جائے۔ اگر طلاق کی تحریک مرد کی طرف سے ہوئی تھی۔ یعنی عورت تو اس کے نکاح میں رہنا چاہتی تھی لیکن مرد اس تعلق کو منقطع کرنا چاہتا تھا اور اس طرح عدالت نے طلاق کا فیصلہ کر دیا تھا۔ تو اگر یہ مرد اصلاح کا ارادہ رکھتا ہو تو عدت کے دوران (پنی) بیوی سے پھر نکاح کرنے کے لئے اس کا حق فائق ہو گا، وَ بَعْدُ لَتَهُنَّ أَحَقُّ بِرِزْقٍ هُنَّ فِي ذَلِكَ إِذْ  
آذَادُوا إِصْلَوْحًا (۲/۲۲۸) "اس (زمانہ عدت) میں ان کے خاوند انہیں واپس لے لینے کے زیادہ  
حددار ہیں بشرطیکہ وہ اصلاح کا ارادہ رکھتے ہوں۔" لیکن اگر اس زمانہ عدت میں بھی انہوں نے تجدید نکاح  
نہ کی تو اس کے بعد عورت آزاد ہو گی کہ چاہے اپنے سابقہ خاوند سے نکاح کر لے، چاہے کسی اور سے۔ اس آخری  
منزل القطاح تعلقات کے وقت بھی دو گواہوں کی موجودگی کی ضرورت ہو گی تاکہ یہ بات پھرپی نہ رہے کہ عورت  
اب جدید نکاح کے لئے آزاد ہے۔ وَ أَشْهِدُ دُوْ ذَوَّى عَدْلٍ مِنْكُمْ (۴۵/۲)۔

اگر ان میاں بیوی نے عدت کے دوران یا اس کے بعد باہمی نکاح کر لیا تو انہوں نے اپنی ازدواجی زندگی  
میں طلاق کے ایک CHANCE کو AVAIL کر لیا۔ ان الفاظ سے سلیم! تم مفہوم کو زیادہ آسانی سے سمجھ  
سکو گے اب اگر ان کی دوبارہ ازدواجی زندگی میں بھرہ ہی کشیدگی کے حالات رومنا ہو گئے تو پھر اس طلاق  
کے مطابق جس کا ذکر اور کیا جا چکا ہے، باہمی طلاق ہو سکتی ہے۔ اس طلاق کے بعد بھی یہ امکان باقی رہتا  
ہے کہ عدت کے زمانہ میں یا اس کے بعد یہ پھر باہمی تجدید نکاح سے ازدواجی رشتہ استوار کر لیں۔ اگر انہوں  
نے دوسری مرتبہ کی طلاق کے بعد پھر نکاح کر لیا تو ان کے دو CHANCES (CHANCES) ختم ہو گئے۔

أَنْطَلَاقُ مَرَاثِنْ فِي مَسَارٍ يَمْعَرُوفٍ أَذْ تَسْرِيْ نُخْجُ بِإِحْسَانٍ (۶۷)  
طلاق دو مرتبہ ایسی ہوتی ہے جس میں اچاہے بطریق معروف اس عدت کو رکھ لیا جائے

یا چھین سوک اسے رخصت کر دیا جاتے۔

اب دوسری مرتبہ کی طلاق (اور تیسری مرتبہ کے نکاح) کے نکاح کے بعد انہیں (WARN) کر دیا جاتا ہے کہ یہ لیلا بار بار نہیں رچائی جاسکتی۔ زندگی مذاق نہیں، سنجیدہ حقیقت کا نام ہے۔ اب بھلے مانسوں کی طرح زندگی کی رشتی کو کنارے تک لے جاؤ۔ اگر اس مرتبہ بھی تم نے آپس میں بناہ کی صورت پیدا نہ کی اور پھر رشتہ مناکھت کو منقطع کر لیا، تو یاد رکھو اس تیسری بار کی طلاق کے بعد یہ عورت تمہارے نکاح میں نہیں آسکے گی۔ نہ دوران عدت، نہ اس کے بعد۔ اس لئے اب کے فصلہ کرو تو سوچ کجھ کے کرو۔

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحْلُلْ لَهُ مِنْ بَعْدٍ (۲/۲۳۰)

اگر تیسری بار طلاق دے دی تو پھر یہ عورت اس مرد کے لئے جائز نہیں ہے گی۔

یہ ہو گئی تیسری طلاق۔ اس جوڑے نے اپنی ازدواجی زندگی میں وصل وفصل کے سب (CHANCES) یعنی تینوں موقع (AVAIL) کر لئے۔

اب بیہاں سلیم! یہ سوال پیدا ہو گا کہ کیا یہ عورت اس مرد کے لئے ابد الآباد تک حرام ہو گئی؟ قرآن کہتا ہے کہ ایسا نہیں۔ اگر اس عورت نے کسی اور مرد سے نکاح کر لیا اور وہ نکاح بھی کامیاب ثابت نہ ہوا اور نوبت طلاق تک آجئی (اسی طرح طلاق جس کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے) تو اگر وہ عورت زمانہ عدت کے بعد اس پہلے خاوند سے نکاح کرنا چاہے تو اس کی اجازت ہے۔ اور کی آیت یوں متنی ہوتی ہے۔

فَلَا تَحْلُلْ لَهُ مِنْ بَعْدٍ حَتَّىٰ شُكْحَ زَوْجًا غَيْرَهُ فَإِنْ  
طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجِعَا إِنْ ظَنَّا أَنْ يُقْنَعُوا  
سُهْلُ دَدَ اللَّهُ ط (۲/۲۳۰)

تیسری طلاق کے بعد یہ عورت اس خاوند کے لئے جائز نہیں ہو گی الا اس کے کہ اگر وہ کسی اور مرد سے نکاح کر لے اور وہ اسے طلاق دے دے تو اس صورت میں ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں کردہ ایک دوسرے کی طرف پھر جو عکر لیں بشرطیکہ انہیں یقین ہو کہ وہ اشد کی حد و مقام رکھیں گے۔

یہ سلیم: وہ آیہ مقدسمہ جس سے "حلالہ" کا مستند وضع کیا گیا ہے۔ یعنی پہلے تو طلاق کی یوں ہنسی اڑائی کر جوں ہی کسی شخص نے غصہ میں آکر کہہ دیا تھیں طلاق (یا طلاق طلاق طلاق) تو یہ وہ طلاق ہو گئی کہ جس کے بعد

یہ عورت اس وقت تک اپنے خاوند کے لئے حلال نہیں ہو سکتی جب تک وہ کسی دوسرے مرد سے شادی نہ کرے۔ پہلے تو احکام خداوندی کے استہزار سے یہ مصیبت اپنے گلے ڈال لی پھر مصیبت کا لگنے عمل تلاش کرنے۔ اب حل یوں ڈھونڈ آگیا کہ کسی شخص کو تیار کیا جائے کہ وہ اس عورت سے ایک رات کے لئے شادی کر لے اور ایک شب کی ہبستری کے بعد اسے دوسری صبح طلاق دے دے۔ اس کے بعد یہ عورت اپنے پہلے خاوند سے نکاح کر لے سلیم! سوچو! کہ دنیا کی کسی قوم میں اس سے بڑھ کر شرمناک حرکت بھی ہو سکتی ہے؟ کیا اس زکاح کو لکھ کر جا سکتا ہے؟ یہ نکاح کاملاً اُقیٰ ہے۔ یہ خدا کے احکام سے استہزار ہے۔ خدا کے احکام سے کیا خود اپنی ذات سے استہزار ہے۔ تم حیران ہو گے کہ اس بدجنت قوم میں پیشہ در حلال کرنے والے بھی موجود ہوتے ہیں۔ تم بحثتے ہو کہ وہ کس کس قسم کی شرائط منواتے ہوں گے؟ سلیم! مجھے تو تم سے بہت ایس کرتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔ لیکن جب تم نے بات پوچھی ہے تو مجھے بتانا ہی پڑے گا اور تمہیں بھی یہ بے یاری کے تذکرے سننے ہی پڑیں گے۔ اور ابھی تو میں نے تمہیں حلالہ کی تفصیلات نہیں بتائیں۔ انہیں نہ میں بتاسکوں حکاہ تم سُن سکو گے۔

بہرحال سلیم! یہ ہے قرآن کی رو سے طلاق۔ اچھا ہوا تم نے بات پوچھ لی اور یوں اس باب میں قرآنی احکام سامنے آجھئے۔ تم دیکھو گے کہ اس بارے میں سلمان کس قدر بجاالت میں گھرے ہوئے ہیں جہاں تک میں نے دیکھا ہے، ہمارے معاشرے میں قرآن کے مطابق طلاق کبیں نظر نہیں آتی۔ کہیں ایک ہی مرتبہ ایک دو، تین سے تینوں طلاقیں پوری کر دی جاتی ہیں اور کہیں تین ہیں تو اس دعت کے زمانہ میں ایک ایک ماہ کے بعد تین طلاقیں مکمل ہو جاتی ہیں۔ یہ فقہ اور روایات کی طلاق ہے، قرآن کی نہیں۔ اور قرآن کا مسلمانوں کے ہاں باقی ہی کیا ہے؟ یہ تو خدا کا احسان ہے اور یہ اس لئے کہ اس نے دین کو مکمل کر دیا ہے اور قرآن کی حفاظت کا خود ذمہ لے رکھا ہے کہ قرآن اپنی اصلی شکل میں ہمارے ہاں موجود ہے جس کی وجہ سے اس بات کا امکان ہوتا ہے کہ ہم دیکھ سکیں کہ ہمارا کون کون سا عمل قرآن کے مطابق اور کون کون سا کام اس کے خلاف ہے، درستہ کوئی صورت ہی نہ تھی کہ ہم آج یہ معلوم کر سکتے کہ اسلام کی صحیح شکل کیا تھی۔ قرآن اپنی اصلی شکل میں موجود نہ ہیں۔ اس لئے وہ آج اس قابل ہی نہیں کہ یہ بتاسکیں کہ وہ کہاں کہاں غلطی کر گئے ہیں۔ تجھے اس کا یہ ہے کہ وہ مذہب کو چھوڑ دینے پر مجبور ہو رہے ہیں۔ بہرحال یہ داستان الگ ہے۔

جوہات تم نے پوچھی وہ اور آپکی ہے۔

(۱۰)

ایک بات سلیم! اور رہ گئی۔ مندرجہ بالا احکام سے یوں مستشرع ہوتا ہے گویا طلاق کا حق صرف مرد کو دیا گیا ہے اور عورت بے چارہی مجبور ہے کہ جو فیصلہ مرد کرے اسے تسلیم کرے۔ لیکن حقیقت یہ نہیں۔ قرآن نے ان احکام کے ساتھ ہی فرمادیا کہ ۲۰۷۹ مثُلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ مَا لَمْ يَرُدُّ فِي ص ۲۰۷۸ (۲/۲۲۸)۔ عورتوں کے لئے بھی اسی طرح کے حقوق مردوں پر ہیں جس طرح کے حقوق مردوں کے عورتوں پر ہیں۔“ یہ ایک ایسا اکلیہ اور اصول جامع بیان کر دیا گیا ہے جس کے اندر وہ تمام تفاصیل سمٹ کر آگئی ہیں جو نکاح و طلاق کے متعلق مردوں کو مخاطب کر کے بیان ہوئی ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ جن حالات کے ماتحت جن جن شرائط کے مطابق، ایک خاوند اپنی بیوی کو طلاق دے سکتا ہے ان ہی حالات و شرائط کے مطابق عورت اپنے خاوند سے طلاق لے سکتی ہے۔ چنانچہ سورہ تاریخ میں ہے کہ اگر بیوی کو خاوند کی طرف سے زیادتی یا بے رقبتی کا ڈر ہو تو اس کے لئے بھی اس طرح مصالحتی اقدامات کرنے چاہئیں جس طرح مردوں کے سلسلہ میں بتایا گیا ہے (۲۰۷۸)۔ اگر موافقت کی کوئی شکل پیدا نہ ہوتی ہو تو پھر عدالت ان میں مفارقت (طلاق) کا حکم صادر کر سکتی ہے (۲۰۷۹)۔ اس صورت میں (جب عدالت دیکھے کہ مرد نباہ کرنا چاہتا ہے لیکن عورت علیحدگی چاہتی ہے تو عورت کو اپنے مہر میں سے کچھ رقم بطور بہرجانہ ادا کرنی ہوگی) (۲/۲۲۹)۔

(۱۱)

اب تمہاری آخری بات باقی رہ گئی کہ اگر ایک شخص غصہ کی حالت میں ایسے الفاظ کہہ دے یا قسم کا جس سے میاں بیوی کے تعلقات زناشوی میں فرق آ جاتا ہو تو اس کے متعلق کیا کیا جائے۔ قرآن میں ہے۔

أَوْ يُؤَاخِذُ كُمْ أَنَّ اللَّهُ بِاللَّغْوِ فِي أَيْمَانِكُمْ وَ لَكُنْ يُؤَاخِذُ كُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوبِكُمْ وَ أَنَّ اللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ ۝ (۲/۲۲۵)

تمہاری قسموں میں جو لغو اور بے معنی ہوں گی ان پر اللہ پکڑ نہیں کرے گا۔ جو کچھ بھی پکڑ ہو گی تو وہ اس بات پر ہو گی جو تم نے سمجھ بوجھ پر کی ہے۔ اور اس لئے تمہارے دلوں نے (اے تصد دارا دہ سے) قسم کھائی ہے۔ اللہ غفور و حلیم ہے۔

یعنی جو قسم بلا قصد و ارادہ کھائی جاتے اس پر کوئی موآخذہ نہیں۔ یہ لغویت ضرور ہے جس سے اجتناب کرتے

کا حکم قرآن میں آیا ہے ۱۴۲/۳۱۔ باقی رہیں وہ قسمیں جو دل کے ارادہ سے کھائی ہوں لیکن بعد میں انسان ان پر متناسف ہوا اور چاہے ہے کہ ان سے رجوع کرے تو ان کے متعلق دوسری جگہ کفارہ کا حکم ہے۔ یعنی کچھ تاداں دے کر اپنی صفات کا خیازہ بھکتے (دیکھو ۸۹/۵) لیکن یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ ایک شخص اپنی بیوی سے (ثلاں) مقابہت کے بارے میں قسم کھالے اور اس کے بعد اس پر نادم دمتناسفت بھی نہ ہو تو اس سے بیوی متعلق ہاتھ میں رہ جاتے گی۔ اس حالت کو غیر معین عرصہ تک کے لئے رد اہمیں رکھا جاسکتا۔ اس لئے فرمایا کہ

لِلَّذِينَ يُؤْتُونَ مِنْ إِنْسَانٍ هُمْ تَرْبُصُ أَذْبَعَةً آشْهَرٍ؟ فَإِنْ  
فَأَءُدْهُ فَإِنَّ اللَّهَ عَفُوٌّ رَّحِيمٌ ۝ ۵ ۷ إِنْ غَرَمُوا الظَّلَاقَ فَإِنَّ  
اللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ ۵ (۲۲۶-۲۲۷)

جو لوگ اپنی بیویوں کے پاس جانے کی قسم کا ہمیں تو ان کے لئے چارہ میں کی جملت ہے۔ پھر اگر وہ اس مدت کے اندر رجوع کر لیں تو اللہ رحمت سے سخشنے والا ہے۔ لیکن اگر (ایسا نہ ہو سکے اور) وہ طلاق کی سخنان لیں تو (یہ سمجھو رکھو کہ) اللہ سب کچھ سننے والا جانتے والا ہے۔

یعنی ایسی صورت میں چار ماہ کے اندر فیصلہ کرنا ہو گا کہ تمہارا بامی بناہ ہو سکتا ہے یا نہیں۔ اگر تم اپنے کئے پر پچھتا ہو تو پھر وہ تمام شرائط پوری کر کے جن کا اور پر ذکر آچکا ہے اپنے ازدواجی معاہدہ کو ختم کرالو۔

اس پھر زیر محبی تم نے سلیم! غور کیا ہو گا کہ قرآن نے دجوہ طلاق کو معین نہیں کیا۔ عیسائیت صرف زنا کی صورت میں طلاق کی اجازت دیتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ میاں بیوی، خواہ کسی وجہ سے الگ ہونا چاہیں نہیں۔ زنا ثابت کرنا پڑتا ہے اور یہ صورت حالات جس قدر خرا ہیوں کا موجب بن سکتی ہے ظاہر ہے۔ ان بھی واقتوں کی بنا پر اب عیسائی حکومتوں نے طلاق کے مذہبی قانون کو چھوڑ کر "دنیادی قانون" "الگ بنانے" ہیں۔ لیکن ان ہیں بھی دھ جرود و شرط اٹھنہیں جو قرآن نے متعین کی ہیں۔ دوسری طرف ہندوؤں کو لیجئے تو ان کے ہاں مذہبی طلاق جائز ہی نہیں۔ اس لئے اب انہیں بھی اپنے مذہب کو چھوڑ کر طلاق کے لئے الگ را ہیں تلاش کرنی پڑ رہی ہیں۔ تیسرا طرف مسلمانوں کو دیکھئے کہ انہیں ان کے خدا کی طرف سے ایسے عمدہ احکام ملے، لیکن انہوں نے خود ساختہ قوانین اختیار کر کے اپنے آپ کو جہنم میں ڈال رکھا ہے۔ ان سب خرا ہیوں کا علاج سلیم! ایک ہی ہے۔ اور وہ یہ کہ ہم تمام دو سکر قوانین و رسوم سے منہ موڑ کر صرف اس قانون کو اپنی زندگی کا ضابطہ

بنائیں جو خدا نے احکم الٰہی کمین نے ہمارے لئے متعین کیا ہے اور یہی اصل دین ہے۔

(۱۰)

جاتے جاتے تمہیں ایک دلچسپ واقعہ سنا دیں۔ تمہیں یاد ہو گا کہ ایک سرتبوہ ہندوستان کی اسمبلی میں ایک مسودہ قانون پیش ہوا تھا جسے سارے ابیل کہتے تھے اور جس کی رو سے نابالغان کی شادی من nou قرار پا جاتی تھی۔ یہ بیل ایک ہندو کی طرف سے پیش ہوا تھا جن کی مقدس مذہبی کتابوں میں نابالغان کی شادی کی اجازت ہی نہیں بلکہ اسے مستحسن قرار دیا گیا ہے۔ لیکن یہ سن کر سلیم اتمہاری حیرت کی انتہاء رہے گی کہ اس موقع پر مسلمانوں کے تمام مذہبی فرقوں نے اس بیل کی سخت مخالفت کی اور ایک متحدة محاذیناً کروائی۔ اس کی کہ مسلمانوں کو اس قانون سے مستثنی قرار دیا جائے۔ کس قدر بواحی ہے کہ ہمارے علماء کا حق پر کبھی اتحاد اجماع نہیں ہوتا۔ اگر کبھی یہ باہم متفق ہوتے ہیں تو اس معاملہ پر جو قرآن کے خلاف ہو کس قدر تائیت ایگر تھا سلیم! یہ منظر کہ مسلمانوں کے تمام فرقوں کے نمائندے ہیں، یعنی حضرات علمائے کرام، ایک غیر مسلم حاکم سے استدعا کر رہے ہیں کہ وہ نابالغوں کی شادی کو ناجائز قرار نہ دے کیونکہ یہ مداخلت فی الدین ہو گی۔ ہر قلب حساس کی آنکھ اس منظر پر خون فشاں نہیں۔ بعض حضرات نے جو فقرہ پرستی کی لعنت میں گرفتار نہ تھے دریافت کیا کہ نابالغ کے نکاح کے جواز میں کوئی قرآنی سند بھی موجود ہے۔ جواب ملا کہ ہاں موجود ہے۔ سلیم! تم حیران ہو گے کہ نابالغوں کے نکاح کے جواز میں قرآنی سند کیسے مل سکتی ہے؟ نکاح تو ایک بہت بڑا اور اہم معاملہ ہے اور معاملہ کی اؤین شرط فریقین کی بلا جور و اکارہ رضامندی ہے جو بلوغت کے بعد ہی ہو سکتی ہے۔ لیکن سنوا کہ وہ سند کیا تھی؟ عدت کے ضمن میں تم نے دیکھا ہے کہ قرآن کریم نے کہا ہے۔

وَلَيَّ يَدِهِنَ مِنَ الْمُحِيطِ مِنْ لِسَانِكُمْ إِنْ ارْتَبَثُ فَعِدَّهُنَّ  
ثَلَثَةُ أَشْهُرٌ فَإِذَا لَمْ يَحْضُنَ (۴۵/۲)

اور تمہاری عورتوں میں سے جو حیض سے نا امید ہو چکی ہوں، اگر تمہیں شک ہو تو ان کی عدت تین ہوں نے کہا کہ سند یہ ہے کہ قرآن نے کہا ہے کہ جن عورتوں کو حیض نہ آیا ہو (لَمْ يَحْضُنَ) ان کی عدت تین ماہ ہے۔ ”وہ عورتیں جنہیں حیض نہ آیا ہو“ نابالغ لڑکیاں ہی ہو سکتی ہیں۔ سوجب ان کی عدت کا ذکر ہے تو ان کا نکاح بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن قرآن نے سلیم! ”لَمْ يَحْضُنَ“ کہا ہے جس کے معنی ”حیض نہ آیا ہو“ نہیں۔

بلکہ یہ ہیں کہ "جنہیں حیض نہ آسکا ہو" یعنی بیماری کی وجہ سے یا کسی جسمانی نقص کے باعث (CONSTITUTIONALLY) حیض نہ آسکے۔ اور اگر سلیم اب فرضِ محال یہ مان بھی لیا جائے کہ قرآن نے نابالغ لڑکی کی عدت کی مدت بیان کی ہے تو اس سے یہ کیسے ثابت ہو گیا کہ وہ نابالغ لڑکی کی شادی کی اجازت بھی دیتا ہے۔ اس سے زیادہ سے زیادہ یہ مقصود ہے کہ اگر ایسی صورت سامنے آجائے جس میں کسی نے (خلاف حکم قرآن) اکسی نابالغ لڑکی سے شادی کر لی ہو تو اس میں عدت یوں گئی جائے گی۔ یہ ویسی ہی امکانی شکل ہے جیسی نشہ کی حالت میں نماز پڑھنے کی۔ قرآن میں ہے کہ تم نشہ کی حالت میں ہو تو نماز نہ پڑھو۔ ظاہر ہے کہ اس سے یہ نہیں ثابت ہو جاتا کہ قرآن شراب کی اجازت دیتا ہے۔ شراب منوع ہے لیکن قرآن نے یہ کہا ہے کہ اگر کوئی شخص اس امرِ منوع کا ارتکاب کر لے تو وہ اس حالت میں نماز کے قریب نہ جائے۔

بہرحال سلیم! یہ تو ایک ضممنی گوشہ تھا اس کے متعلق تفصیلی بحث کم بھی پھر سہی۔ اس وقت تم نے طلاق کے متعلق پوچھا تھا۔ سومیر خیال ہے کہ قرآن کی رُو سے طلاق کے احکام واضح ہو گئے ہوں گے۔ مختصر اپنے  
لو کہ اس کے لئے حسب ذمیں شرائط لائیں گے۔

۱۔ میاں بیوی کے اختلاف کی صورت میں :-

(ا) باہمی افہام و تفہیم سے اصلاح احوال کی ہر ممکن کوشش کی جائے۔

(ب) اگر اس میں کامیابی نہ ہو تو عدالت یا (پنچایت) کی طرف سے دو ثالثوں کا تقرر۔ اگر ثالث بھی اس میں کامیاب نہ ہوں تو پھر عدالت کی رُو سے فیصلہ کہ طلاق کے سوا کوئی چارہ کا نہیں۔

۲۔ طلاق کے حکم کا نقاذ حیض کے بعد، حالتِ طہر میں ہو گا۔

۳۔ اس فیصلہ کے بعد نکاح کا معافہ ختم ہو جائے گا اور عدت کا زمانہ شروع۔

۴۔ زمانہ عدت میں عورت کسی دوسرے مرد سے شادی نہیں کر سکے گی۔ لیکن اگر یہ (سابقہ) میاں جویں صندیدہ ہوں تو آپس میں نکاح کر سکتے ہیں۔

۵۔ عدت کے بعد عورت آزاد ہے کہ جس مرد سے چاہے شادی کر لے خواہ اپنے پہلے خادم سے یا کسی اور سے۔ پہلے خادم سے بھی نکاح پوری شرائط کے ساتھ ہو گا۔

۶۔ اگر یہ آپس میں نکاح کر لیں تو اس کے بعد ان کی نئی ازدواجی زندگی شروع ہو گی۔

۷۔ اگر پھر طلاق کی نوبت آجائے تو زمانہ عدت میں یا اس کے بعد بھی میاں بیوی دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں۔

اب یہ دو مرتبہ کی طلاق ہو گئی۔

۸۔ اس کے بعد، اگر پھر طلاق کی نوبت آجائے (جو تیسرا مرتبہ کی طلاق ہے) تو پھر یہ میاں بیوی آپس میں شادی نہیں کر سکتے، نہ زمانہ عدالت میں، نہ عدالت کے بعد۔

۹۔ بالبته اگر اس عورت کو اس کے نئے خاوند سے ان ہی شرائط کے مطابق جو اُپر درج کی جا چکی ہیں، طلاق مل جائے یادہ بیوہ ہو جائے تو پھر اس میں کوئی حرج نہیں کہ یہ عورت اپنے پہلے خاوند سے شادی کر لے۔

۱۰۔ طلاق کے متعلق جو حقوق و فرائض مرد کے ہیں، وہی عورت کے ہیں۔ عورت بھی اسی طرح مرد کے حلقہ ترقیع سے آزاد ہو سکتی ہے جس طرح مرد معاہدہ نکاح کو فسخ کر سکتا ہے۔ لیکن نہ یہ جس طرح جی میں آئے کر سکتا ہے، نہ وہ ایسا کر سکتی ہے۔ اُسے بھی قرآنی شرائط و حدود کے مطابق عدالت سے طلاق حاصل کرنی ہو گی اور اسے بھی۔

سمجھ گئے سیلم! یہ ہے وہ آنی طلاق جسے تم تو ان لوگے لیکن مولوی صاحبان نہیں نہیں گے! اس لئے کہ ان کا مذہب خدا کی طرف سے نازل شدہ نہیں ہے۔ وہ انسانوں کے بنائے ہوئے مذہب کو سینے سے لگائے ہوئے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ مِنْزَلَتُ اللَّهُ ہے؛ يَكُبُّونَ الْكِتَابَ بِمَا يُدِيرُهُمْ ثُمَّ يَكُوْنُونَ هُذَا مِنْ يَعْنِي اللَّهُ ۝

## دَالسَّلَامُ

(جنوری ۱۹۲۹ء)

لے ازدواجی زندگی اور عورتوں سے متعلق دیگر احکام "ظاہرو کے نام خطوط" میں ملیں گے۔ یہ کتاب فرست کی طرف سے شائع ہو چکی ہے۔ طلاق کے متعلق مزید وضاحتیں بھی اس کتاب میں ملیں گی۔ ویسے عامی قوانین کے نفاذ کے بعد، یہ معاملات ان قوانین کی رو سے طے پاتے ہیں۔ ضرورت کے وقت انہی کی طرف رجوع کرنا چاہیئے۔ (اپریل ۱۹۲۸ء)